مولانا ڈاکٹر اکرام اللہ جان قاسمی
ڈائریکٹر مرکز تحقیق اسلامی، پشاور صدر

ایران کا جوہری پروگرام اور امریکی مخالفت کے اسباب

امریکہ اور مغرب والوں کی یہ عجیب منطق ہے کہ خود تو ایٹمی اثاثوں اور اسلحہ سے لیس ہوں مگر کوئی دیگر ملک یا بہ الفاظِ دیگر کوئی مسلمان ملک اگر اس کو اپنانا چاہے تو اس کیلئے یہ شجر ممنوعہ ہے اور اسے انسانیت کی تباہی اور ہلاکت کا ذریعہ گردان کر ساری دنیا میں ایک طوفانِ بدتمیزی برپا کر دیا جاتا ہے۔ حالانکہ دنیا میں ایٹم بم کا خالق ہی امریکہ نہیں بلکہ پہلی دفعہ اس کو آزمانے والا اور استعمال کرنے کا اعزاز بھی اسے حاصل ہے۔ چنانچہ 1945ء میں دوسری جنگِ عظیم کے اختتام پر امریکہ نے جاپان کے دو بڑے شہروں پر پہلی مرتبہ ایٹم بم برسائے جس کے نتیجہ میں ہیروشیما میں ستر ہزار افراد اور ناگاساکی میں چالیس ہزار افراد صفحۂ ہستی سے مٹ گئے اور یہ دونوں شہر نیست و نابود ہو گئے۔ زخمی اور مستقل معذور ہونے والوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔

عالمی امن کی علمبردار مغربی دنیا نے جنگ عظیم اول اور جنگ عظیم دوم کی صورت میں دو دفعہ پوری دنیا کو تباہی کی بھٹی میں جھونکا۔ چنانچہ 14 اگست 1914 کو جنگ عظیم اول کا میدان جنگ گرم کیا گیا جو بعد ازاں 1565 دنوں تک جاری رہی۔ اس جنگ میں ساڑھے چھ کروڑ افراد دھکیلے گئے۔ ایک کروڑ فوجی میدان میں مارے گئے۔ ڈیڑھ کروڑ شہری قتل ہوئے۔ دو کروڑ سے زائد افراد دائمی معذور ہوئے۔ لاکھوں بچے یتیم ہوئے۔ پچاس لاکھ عورتیں بیوہ ہوئیں۔ لاکھوں عورتیں، بچے، فوجی اور شہری لاپتہ ہوئے۔ جبکہ دوسری عالمی جنگ میں 35 ملین انسان ہلاک ہوئے۔ بیس بلین ہاتھ پاؤں سے معذور ہوئے۔ سترہ ملین لیٹر خون زمین پر بہایا گیا۔ بارہ ملین حمل ساقط ہوئے۔ تیرہ ہزار پرائمری و سیکنڈری سکول، چھ ہزار یونیورسٹیاں اور آٹھ ہزار لیبارٹریاں ویران و برباد ہو گئیں۔

اس کے بالمقابل کسی اسلامی ملک نے آج تک نہ تو ایٹم بم استعمال کیا ہے اور نہ ہی اس قدر وسیع پیمانے پر ہلاکتیں پھیلائیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ عالمی امن کے ٹھیکیدار امریکہ اور اس کے حواری مغربی ممالک کسی مسلمان ملک کے ایٹمی قوت بننے پر آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں۔ یہ ایک بدیہی امر ہے کہ کسی ملک کو ایٹمی قوت بننے کیلئے بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ کوئی ملک راتوں رات ایٹمی قوت نہیں بن سکتا۔ ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں پاکستان کو ایٹمی قوت بنانے کی کوشش شروع کی گئی تھی جو بعد ازاں نواز شریف کے دور میں یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکا۔ اس طرح ایران جس نے

اپریل 2006ء میں ایٹمی قوت بننے کا اعلان کر دیا۔ 1950ء کے عشرہ میں جوہری پروگرام کیلئے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کئے تھے۔ اس وقت ایران میں شاہِ ایران کی مطلق العنان حکومت قائم تھی جو اگر چہ جمہوریت کے خلاف تھی مگر امریکہ کے مقاصد اس حکومت سے تکمیل پا رہے تھے۔ شراب کا دور دورہ تھا اور ایرانی معاشرہ مادر پدر آزاد تھا۔ پردہ قانوناً جرم تھا۔ ان حالات میں شاہِ ایران کے جوہری پروگرام کو امریکہ کی حمایت حاصل تھی۔ تاہم جب ایران میں امام خمینی کی اقتداء میں وہاں کی اسلامی حکومت قائم ہوئی تو مغربی اقدار کی کشتی ڈوبنے لگی اور امریکہ' یورپ اور اسرائیل ایران کے دشمن بن گئے۔ اس دوران تہران میں امریکی سفارت خانہ ایران کے خلاف سازشوں میں زور وشور سے مصروف ہوا جس پر تہران یونیورسٹی کے ہزاروں طالبعلموں نے امریکی سفارت خانہ کا گھیراؤ کر کے درجنوں امریکی سفارتکاروں کو یرغمال بنایا۔ امریکہ نے ان سفارتکاروں کو آزاد کرانے کیلئے دھونس دھاندلی' رعب اور طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کئے مگر کامیابی حاصل نہ ہوئی تو پھر عسکری کاروائی کے ذریعہ ان کو بازیاب کرانے کا منصوبہ بنایا۔ امریکہ نے تہران کی جانب آٹھ ہیلی کاپٹر روانہ کئے لیکن ایران نے طباس کے صحراء میں ان ہیلی کاپٹروں کو مار گرا کر امریکی غرور' تکبر اور نخوت کو خاک میں ملا دیا جس کے بعد امریکہ نے ذلت کے ساتھ سرتسلیم خم کر کے ایرانی شرائط پر اپنے سفارتکاروں کو رہا کروایا۔ یہ امریکی ایرانی تعلقات کی خرابی کی ابتداء تھی اس کے بعد دونوں ملکوں کے سفارتی تعلقات منقطع ہوگئے۔ اور پھر یہودی لابی بالخصوص صیہونی میڈیا نے ایران کے خلاف کسی موقع کو ضائع نہیں ہونے دیا۔ ۱۱رستمبر کا واقعہ امریکہ میں وقوع پذیر ہوا تو امریکہ کو دہشتگردی کو کچلنے کے حسین نام کے ساتھ ,سلامی ممالک کے خلاف کاروائی کرنے کا موقع ملا۔ یہ کاروائی سب سے پہلے ایران کے خلاف متوقع تھی اس کے بعد عراق' پاکستان' چین' ترکمانستان' کرغزستان' ازبکستان' قازقستان اور دیگر وسطی ایشیائی ممالک کا نمبر تھا مگر حالات نے سب سے پہلے افغانستان کی طرف متوجہ کیا جہاں پر 1996ء کے بعد سے طالبان زیر اقتدار تھے۔ امریکہ نے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے حادثہ کو اسامہ بن لادن کی کارستانی گردانتے ہوئے افغانستان سے مطالبہ کیا کہ وہ اسامہ کو امریکہ کے حوالہ کرے اور پھر طالبان کے انکار سے امریکہ کو افغانستان پر چڑھائی کا بہانہ ملا۔ افغانستان اگر چہ کمزور ملک تھا اور وہاں کے قبضہ سے امریکہ کے ہاتھ کچھ نہیں آتا تھا تاہم اس ملک کو ٹھکانہ بنا کر امریکہ مذکورہ دوسرے ملکوں کو نشانہ بنانے کیلئے ایک مضبوط اڈہ ہاتھ میں لانے کا خواہشمند تھا۔ بدقسمتی سے امریکہ کو پاکستانی قیادت کی ہمدردی بلکہ مخلصانہ تعاون حاصل رہا جس کی وجہ سے ایک مسلمان ملک کو ویران و برباد کرنے میں دیر نہیں لگی۔ واضح رہے کہ امریکہ نے عراق پر حملے کا منصوبہ ۱۱ ستمبر سے کافی پہلے بنایا تھا مگر اسامہ کے خلاف کاروائی کی وجہ سے افغانستان کا نمبر پہلے آیا۔ افغانستان میں خونیں پنجے گاڑنے کے بعد امریکہ اس شش و پنج میں تھا کہ ایران یا عراق میں سے پہلے کس کو نشانہ بنائے۔ امریکہ میں مضبوط یہودی لابی کے سرگرم اہلکاروں نے امریکہ کو پہلے ایران پر حملے کا مشورہ دیا مگر مشکل یہ تھی کہ امریکہ کے پاس ایران کے

خلاف ٹھوس الزامات کی فہرست تیار نہ ہوسکی جو ایک ملک کو تخت و تاراج کرنے اور دنیا والوں کو مطمئن کرنے کیلئے ضروری تھی۔ اس کے علاوہ ایران' عراق کے مقابلہ میں زیادہ مستحکم تھا اور اس کے عوام اپنے حکمرانوں سے خوش تھے۔ جبکہ عراق میں صدام حسین کی آمرانہ پالیسیوں کی وجہ سے عوام کا ایک معتد بہ حصہ حکومت سے نالاں تھا۔ ہزاروں عراقی جلاوطنی کی زندگی گذار رہے تھے۔ جبکہ اندرون ملک بھی شیعہ آبادی کی ایک واضح اکثریت صدام حکومت کے خاتمہ کے حق میں تھی۔ عراق پر حملہ میں سبقت کرنے کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ عراق اسرائیل کیلئے دردِسر بنا ہوا تھا اور یہودی لابی اس سے مسلسل نالاں تھی۔ علاوہ ازیں عراق تیل پیدا کرنے والا دوسرا بڑا ملک ہے۔ جہاں کے تیل پر امریکہ کی لالچی نگاہیں گھڑی ہوئی تھیں۔ جس کی وجہ سے امریکی ڈالر کو بھی استحکام مل رہا تھا۔ یہی وجوہات تھیں جو ایران سے پہلے عراق پر حملہ کرنے کا باعث بنیں۔ عراق میں پنجہ گاڑنے کے بعد شام' ایران اور شمالی کوریا میں سے ایران حملہ کیلئے ایک بہتر شکار نظر آیا۔ کیونکہ یہاں سے امریکہ کثیر النوع مقاصد حاصل کرسکتا تھا۔ جس میں چین جیسے ابھرتے ہوئے ملک کے گرد حصار تنگ کرنے کا ارادہ بھی شامل تھا۔ اس سے قبل عراق کے بارے میں ایٹمی ہتھیار کی موجودگی کے الزامات کی حقیقت دنیا بھر والوں کو معلوم ہوچکی ہے کہ عراق میں کسی طرح اس قسم کا ہتھیار نہیں پایا گیا مگر امریکہ اور اس کے ہمنوا ممالک اس اصول پر کاربند ہیں کہ جھوٹ کو اس قدر بار بار اور یقین کے ساتھ بولو کہ دنیا والے اس کو سچ سمجھنے لگیں۔ اس لئے ایران کو نشانہ بنانے کیلئے امریکہ اور اس کے حواریوں نے ایٹمی ہتھیار کی تیاری کے الزامات کی رٹ لگائی۔ امریکہ سمیت تمام مغربی اور یورپی ممالک نے میڈیا کے ذریعہ ایران کے خلاف ایک طوفان بدتمیزی برپا کو دیا۔ روزانہ ایران کے خلاف ہزاروں مضامین' تبصرے اور ریڈیو ٹی وی خبریں شائع اور نشر ہونے لگیں اور ایران کو ایک دہشت گرد اور بد معاش ریاست ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا۔ عالمی ادارہ' توانائی کو بھی امریکہ اور اس کے ہمنواؤں نے اپنے دباؤ میں رکھا ہے اور وہ اس ادارہ کو بہ ہر صورت ایران کے خلاف استعمال کرنا چاہتے ہیں چنانچہ امریکہ اس ادارے کے 35 رکنی بورڈ آف ڈائریکٹرز کو مسلسل دباؤ میں رکھنے کے بعد 3 کے مقابلہ میں 27 ووٹوں کی اکثریت سے ایران کے خلاف دو ماہ قبل قرارداد پاس کرچکا ہے۔ 3' 4 مارچ 2006 کے اجلاس میں ایران کا معاملہ سیکورٹی کونسل کے حوالہ کرنے کی قرارداد بھی منظور ہوچکی ہے لیکن سیکورٹی کونسل کے دو مستقل اراکین چین اور روس' ایران کے خلاف اقدامات کی شدت کے ساتھ مخالفت کررہے ہیں۔ ان کے اس رویہ کی وجہ صرف یہ نہیں کہ ان کے ایران کے ساتھ قریبی تعلقات ہیں بلکہ ان کے خیال میں اگر ایران کے گرد گھیرا تنگ کیا گیا تو ایران جوہری عدم پھیلاؤ کے معاہدہ سے دستبردار ہوکر اپنی مرضی سے عالمی توانائی ادارہ کے سیف گارڈز کو بالائے طاق رکھ کر اپنا جوہری پروگرام تیز کردے گا جس سے یہ بحران مزید سنگین ہوجائے گا۔ سیکورٹی کونسل کی طرف سے ایران کو اپنا جوہری پروگرام ترک کرنے کیلئے ایک مہینہ کی مہلت بھی اپریل میں گذر چکی ہے۔ مگر اس مہلت کے ختم ہونے سے قبل ہی ایرانی صدر احمدی نژاد مشہد میں ٹی

وی کو انٹرویو دیتے ہوئے اعلان کر چکے ہیں کہ وہ یورینیم کی افزودگی کا عمل کامیابی سے مکمل کر چکے ہیں۔ احمدی نژاد ایک نڈر، بے باک، حوصلہ منداورزیرک سیاستدان سمجھے جاتے ہیں۔ وہ ایرانیوں کی نفسیات سے نہ صرف آگاہ ہیں بلکہ اس کے اپنے خیالات ونظریات بھی ایرانیوں کے جذبات واحساسات میں رنگے ہوئے ہیں اور یہ کسی ملک کی بڑی خوش نصیبی ہوتی ہے کہ اس کے سربراہ مملکت اور عوام کے جذبات واحساسات ایک ہوں اوران کے دل ایک ساتھ دھڑکتے ہوں۔ تہران کے ایک عام شہری کے گھر پر پرورش پانے والے احمدی نژاد ایک طرف ایرانیوں کے توقعات کو سمجھتے ہیں تو دوسری طرف وہ ایرانیوں اور مسلمانوں کے جذبات کے مطابق اور مسلمانوں پر عالم مغرب اور اسرائیل کے مظالم اور تعصب وعداوت کے خلاف وقتاً فوقتاً آواز اٹھاتے رہتے ہیں۔ احمدی نژاد نے فلسطین کی حماس انتظامیہ کو ایسے وقت میں 250 ملین ڈالر کی رقم مہیا کی جب اسرائیل سمیت یورپی ممالک نے اس پر اسرائیل کو تسلیم کرنے کیلئے دباؤ ڈالا اور اس کے کروڑوں ڈالروں کی امداد بند کر دی اور صرف یہ نہیں بلکہ ایرانی صدر نے 2005ء میں اسرائیل کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کا اعلان کر دیا۔ جس سے مغربی دنیا اور اسرائیل میں بھونچال آ گیا۔ مغربی ذرائع ابلاغ میں اس خبر پر ایک عرصہ تک گرما گرم تبصرے ہوئے اور وہاں کے صیہونیت زدہ حکمرانوں نے اس حوالہ سے ایران اور ایرانی صدر کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا۔ اگرچہ اسرائیل ایک چھوٹی حکومت ہونے کے باوجود تمام باطل قوتوں کی پشت پناہی کی وجہ سے ایک مضبوط حکومت ہے جسے مٹانا اس قدر آسان نہیں جبکہ اسرائیل غیر اعلانیہ ایٹمی قوت ہے اور اس کے پاس تین سو کے قریب ایٹم بم موجود ہیں تاہم اسرائیل کے مظالم کے ردعمل کے طور پر ایرانی صدر کا یہ اعلان اس کی بہادری اور اولوالعزمی کی دلیل ہے۔ ایران کے مطابق مستقبل کی توانائی کی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے پرامن جوہری پروگرام اس کا بنیادی حق ہے۔ جس سے وہ کسی بھی طور دستبردار نہیں ہوگا۔ اس کے بالمقابل امریکہ ایران کو جوہری پروگرام کے حصول سے باز رکھنے کیلئے ہر جائز وناجائز ہتھکنڈے استعمال کر رہا ہے۔ امریکی صدر بش نے 18 اپریل 2006ء کو ایران کی جوہری تنصیبات کو تباہ کرنے کیلئے جوہری حملہ کو ممکن قرار دیتے ہوئے کہا کہ اگر ایران سفارتی ذرائع سے جوہری پروگرام ترک نہیں کرتا تو اس کے خلاف ایٹمی حملہ ہوسکتا ہے۔ احمدی نژاد نے امریکی صدر کے اس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ایرانی فوج قوم کا دفاع کرنے کیلئے تیار ہے۔ اور یہ ایران کے خلاف جارحیت کرنے والوں کے ہاتھ کاٹ دے گی۔ اور انہیں اپنے حملہ پر پشیمان کر دے گی۔ ایرانی صدر نے سیکورٹی کونسل کی طرف سے یورینیم کی افزودگی اور اپنا جوہری پروگرام بند کرنے کا مطالبہ بھی مسترد کر دیا ہے۔ اس وقت صورتِ حال بڑی عجیب ہے ایٹمی ٹیکنالوجی کے ذریعہ 1945ء میں ہیروشیما اور ناگاساکی میں انسانیت کا قتل عام کرنے والا اور بعدازاں ویت نام، افغانستان اور عراق میں انسانیت کش پالیسیاں اپنانے والا امریکہ اب بظاہر اپنے اغراض ومقاصد کیلئے عالمی امن، ترقی اور خوشحالی کا ٹھیکیدار بنا ہوا ہے۔ ساری دنیا پر اپنی مرضی سے اپنے قوانین، اصول اور من مانی تشریحات کے ساتھ نئی اصطلاحات نافذ کر کے

رعب اور بدمعاشی جمانا چاہتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف ایران جو کہ مستقبل میں خود کو توانائی کے بحران سے بچانے کیلئے اور اپنی معیشت کو استحکام اور ترقی دینے کیلئے اپنا حق حاصل کرنے کیلئے کوشاں ہیں۔ اسکو اپنے حق سے محروم کرنے کیلئے تمام باطل قوتیں میدان میں اتر آئی ہیں تا کہ کسی طرح تیل پیدا کرنیوالے چوتھے نمبر پر اس خوشحال ملک کو بھی امریکہ زیر نگین کر کے اپنے اشاروں پر نچوا سکے اور دنیا میں امریکی بالادستی قائم ہو تا کہ اس کی ناجائز اولاد اسرائیل کا تحفظ ہو سکے

رہی یہ بات کہ کیا واقعی امریکہ ایران پر حملہ کر دے گا جس طرح کہ اس نے افغانستان اور عراق میں اپنی فوجیں اتار کر وہاں کی حکومتوں پر عوام کی مرضی کے خلاف قبضہ جما لیا۔ اس کا جواب نفی و اثبات دونوں میں دیا جا سکتا ہے۔ ایک طرف جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ امریکہ پہلے سے ہی افغانستان اور عراق میں بری طرح پھنس چکا ہے اسے روز لاشوں اور تابوتوں کے تحفے مل رہے ہیں اس کا خرچہ اس سے کہیں زیادہ ہے جس قدر منافع وہ عراق سے تیل کی صورت میں حاصل کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ امریکہ کی مقبولیت میں نہ صرف کمی ہوئی ہے بلکہ دنیا کی ایک کثیر آبادی خصوصاً مسلمان امریکہ کے خلاف غیظ و غضب کے جذبات رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایران کی صورتِ حال باقی دونوں ملکوں سے یکسر مختلف ہے۔ ایران اب ایٹمی قوت بن چکا ہے اس کے عوام اور فوج والہانہ طور پر اپنے صدر اور حکومت کے ساتھ منسلک ہیں۔ ایرانی قوم اور حکومت اپنا ایک عقیدہ اور مسلک رکھتی ہے جس کیلئے وہ ہر قسم کی قربانی دینے کیلئے تیار ہیں۔ اس کے علاوہ امام خمینی کے انقلاب کے وقت سے لے کر تا حال ایرانی قوم کی ایک زبردست ذہنی آبیاری اور تیاری کی گئی ہے جس میں صیہونیت اور امریکہ دشمنی بنیادی عنصر کی حیثیت رکھتی ہے۔ نیز ایران نے اپنے تربیت یافتہ افراد کو امریکہ اور یورپ کے مختلف بلاد میں پھیلایا ہوا ہے۔ جو کہ جنگ کی صورت میں خودکش حملوں کے ذریعہ امریکہ اور یورپ والوں کی نیندیں حرام کر سکتے ہیں۔ اس تمام صورتِ حال کو دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ امریکہ ایران پر حملہ کی غلطی نہیں کر بیٹھے گا اور وہ افغانستان اور عراق کے بعد ایک تیسری جگہ اپنے آپ کو پھنسا کر تباہی مول لینے کا تجربہ نہیں دوہرائے گا۔ اس کے بالمقابل جب ہم اس زاویہ نگاہ سے سوچتے ہیں کہ اس وقت امریکہ اپنے سپر پاور ہونے کے زعم میں ایک بدمست ہاتھی کی طرح اپنے ہر مدّ مقابل کو ٹکر مارنے کیلئے تیار اور ایک طاقتور شیر کی طرح چنگاڑ رہا ہے۔ وہ اپنے احساس برتری میں اور اپنے مفادات و اغراض کے حاصل کرنے میں کچھ بھی کر سکتا ہے۔ چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا کہ عراق کے معاملہ میں اقوام متحدہ کی مخالفت اور سیکورٹی کونسل کی پیشگی منظوری کے بغیر امریکہ نے حملہ کر دیا۔ تاہم یہ سارے انسانی اندازے ہیں۔ سب سے عظیم اور سپر پاور ذات ہمارے سروں کے اوپر موجود ہے۔ اس کی کیا مرضی اور کیا ارادے ہیں اسکی اطلاع انسان نہیں پا سکتا۔ آج سے ہزاروں سال قبل اس وقت کی مضبوط ترین قوم' قوم عاد نے بھی مَن اَشدّ مِنّا قوّۃ کہہ کر یہی دعویٰ کیا تھا کہ روئے زمین پر ہم ہی سپر پاور ہیں۔ مگر جب خدا کی پکڑ آئی تو قرآن حکیم کے بیان کے مطابق طوفانی ہوا نے ان کو اور ان کے سروں کو آپس میں ٹکرا دیئے اور وہ زمین پر مردہ ہو کر ایسے گر پڑے کہ جیسے کھجور کے لمبے لمبے تنے پڑے ہوں۔